بامعنی اصوات اور حروف تہجی

ہارون
پی ایچ ڈی سکالر (اُردو)، گیریزن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدر شعبہ اُردو، گیریزن یونیورسٹی، لاہور

MEANINGFUL SOUNDS AND ALPHABETS

Haroon
PhD Scholar(Urdu)
Garrison University, Lahore

Muhammad Arshad Owaisi, PhD
Chairman Department of Urdu
Garrison University, Lahore

Abstract

The language and the writing script have crossed many hurdles and fences to reach their present stage. Alphabets of any language have been formed and derived to facilitate the human to communicate feelings, emotions and concepts. The Alphabets (Abecedary) are signs, symbols and representatives of different meaningful human sounds. The word formation is based on Alphabets. In the history of mankind, the word played a vital and key role to achieve the glory of mankind. An effort has been made in this paper to explain evolutionary journey of Alphabets, especially of Urdu Alphabets, from abstract sounds to visible letters.

Keywords:
عربی، فارسی، اردو، تخلیق، رسم الخط، علامات، بصری، جذبات، ارتقائی نشانات

انسانی علم و فن، فکر و فلسفہ اور حکمت و بصیرت مرور ایام کے ساتھ ساتھ وسعت پذیر اور ارتقاو عروج کی جانب گام زن ہے۔انسان نے زندگی کے سربستہ رازوں کی پردہ کشائی کرنے کے لیے نئے نئے تجربات، تحقیقات اور مشاہدات کے توسط سے حقائق کی بازیافت ممکن بنائی۔ تحقیق و تدقیق اور تلاش و جستجو کا مادہ انسان کے اندر روز ازل سے ودیعت شدہ ہے۔ زندگی کے مختلف شعبہ جات کے حوالے سے فکر و فلسفے اور علم و حکمت کی تلاش و جستجو انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ بایں وجہ انسان، اعضائے نطق سے پیدا ہونے والی طرح طرح کی اصوات اور ان کے بامعنی، بصری روپ، حروف تہجی کو حقائق کے معیار اور کسوٹی پر پرکھتا ہے۔اس طرح وہ ایک طرف تو ان کے ارتقائی سفر کے مراحل کا کھوج لگاتا ہے، دوسری طرف انسانی زندگی کے لیے ان کی اہمیت و فضیلت اور غرض و غایت سے آگہی حاصل کرتا ہے۔

حروف تہجی کی موجودہ صورت ایک طویل ارتقائی سفر، یعنی مجرد تصورات سے بصری صورت کی تشکیل و تجسیم کا حاصل ہے۔ زبان کا نظام اصوات پر قائم ہے۔اصوات، صوت کی جمع ہے۔ صوت سے مراد: آواز، ندا، صدا، پکار وغیرہ ہے اور آواز کی پیمائش کرنے والے آلے کو صوت پیما کہتے ہیں جب کہ وہ علم و فن جس کا تعلق صوت سے ہو، صوتیات کہلاتا ہے۔

قوت گویائی کی بنیاد پر انسان، حیوان ناطق کہلاتا ہے۔اس خصوصیت کے باعث وہ دوسرے حیوانات پر فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس صلاحیت و خوبی کے ہونے کے باوجود انسان نے بولنا بہت تاخیر سے شروع کیا کیوں کہ ابتداً وہ زیادہ متمدن نہیں تھا۔ زبان کا عروج و ارتقا معاشرے کا رہین منت ہے کیوں کہ زبان ایک سماجی مظہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو بچہ معاشرے سے الگ تھلگ پرورش پائے گا وہ قوت گویائی سے محروم ہی رہے گا۔(۱)

تحریر کو زبان تو نہیں کہا جاتا بل کہ اس کا قائم مقام یا ترجمان کہا جاتا ہے۔ تحریر کے توسط اور وسیلے سے زبان کے تکلمی پہلو کو دوامیت نصیب ہوئی ہے۔ تہذیب و ثقافت، علم و فن اور تجربات و تحقیقات کا دارومدار تحریر پر ہے۔ محققین کی اکثریت کے مطابق فن تحریر کا آغاز بابل، عراق سے ۳۰۰۰ء سال قبل مسیح میں شروع ہوا۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب بھی تحریر کے حوالے سے اہمیت رکھتی ہے۔ تحریر کا آغاز نقش نگاری سے ہوا۔(۲)

زبان مفروضہ صوتی علامات کا مجموعہ ہے۔انسانی منہ سے پیدا ہونے والی آوازیں، مرکب آوازیں بناتی ہیں اور یہ مرکب آوازیں لفظ تشکیل دیتی ہیں۔انھیں مختلف اشیا کے ناموں کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظوں کے توسط سے انسانی دماغ میں مختلف تصویریں بنتی ہیں۔ زبان ہی کی طرح، حروف تہجی بھی فرضی ہیں۔ یہ وہ نشانات (علامات) ہیں جنھیں نوع انسانی کے ایک طبقے نے

متفقہ طور پر قبول کر لیا ہے، انھی کا دوسرا نام حروف ہجا ہے۔ ان کو پڑھ کر ان آوازوں کا اعادہ ممکن ہو جاتا ہے، جن کا مظہر یہ نشانات ہوتے ہیں۔(۳)

زبان کی طرح رسم الخط کی ابتدا بھی اساطیری ہے۔ قدیم تہذیبوں کی اساطیر کے مطابق، تحریر اور رسم الخط دیوتاؤں کی عطا ہیں۔ سنسکرت میں بھاشا کے لیے براہمی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اسے خدا کی عطا اور برہمنوں کی تخلیق قرار دیا جاتا ہے۔(۴)

انسانی حلق سے پیدا ہونے والی آوازوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک کو مصوتہ اور دوسری کو مصمتہ کہا جاتا ہے۔ مصوتے کی ادائیگی کے وقت حلق سے پیدا ہونے والی آواز بغیر کسی رکاوٹ کے منہ سے ادا ہوتی ہے جب کہ مصمتے کی ادائیگی کے وقت اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ان بامعنی اصوات کی نمائندہ علامات کو رسم الخط کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ زبان ایک فطری عمل کے نتیجے میں ایک تسلسل اور تواتر سے آگے بڑھتی ہے۔ حیات انسانی کا ارتقا و عروج زبان کا رہین منت ہے۔

زمانہ قدیم میں نقش نگاری کو ابلاغ اور معنی و مفہوم کی ترسیل کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ قدیم عمارتیں اور کھنڈرات، اس دور کے افکار و نظریات اور تہذیب و تمدن کی عکاسی کرنے والی نقش نگاری سے مزین ہیں۔ انسانی حرکات و سکنات اور اشارات و کنایات سے بھی کچھ احساسات و جذبات اور افکار و خیالات کی ترجمانی اور نمایندگی ممکن ہے مگر بعض خیالات و تجربات کی ترجمانی، زبان کے استعمال کے بغیر ممکن نہیں۔

زبان کے لفظ کو دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے: ایک زبان(Language) یعنی بولی، دوسرے زبان(Tongue) منہ کے اندر کا عضو، جسے جیبھ بھی کہتے ہیں اور اس میں قوت ذائقہ ہوتی ہے۔(۵) زبان کی مدد سے اور لفظوں اور جملوں کے توسط سے انسانی ذہن کے مفہوم و دلائل اور عمومی افکار و نظریات کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ اس ترجمانی میں وہ حرکات و سکنات بھی شامل ہیں جو کسی خاص مفہوم کو سمجھانے کے لیے، اس زبان کے بولنے والوں میں مشترک ہوتی ہیں۔ زبان انسانی احساسات و خیالات کی پیدا کردہ، ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے، جن میں قوت گویائی شامل ہے، اور جنھیں دوسرا انسان نہ صرف سمجھ سکتا ہے بل کہ بوقت ضرورت ارادے سے دہرا بھی سکتا ہے۔(۶)

زبان کو اظہار و بیان کا ایک ایسا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جو بامعنی تراکیب میں ظاہر ہونے والی تکلماتی آوازوں کو ابلاغ کا واسطہ بناتی ہے۔ ابلاغ اور تبادلہء خیالات زبان کا بنیادی مقصد ہے، جب کہ سوچ بچار جیسی ذہنی سرگرمیاں ثانوی مقصد ہے۔ انسان دوسرے کو متاثر کرنے اور اس سے مدد طلب کرنے کے لیے زبان کو وسیلہ بناتا ہے۔ فکر خاموش گویائی ہے۔ اس کی مدد سے لاشعور میں خوابیدہ فکر و فلسفے کی

بازیافت ممکن ہوتی ہے۔ زبان کا نظام، حروف ابجد، علم صرف، علم نحو اور زبان میں استعمال کیے جانے والے کلمے اوران کے معنی و مفہوم، پر مشتمل ہوتا ہے۔ ابلاغی نظام میں بنیادی اہمیت تکلمی آوازوں کی ہے۔ ڈاکٹر رابعہ سرفراز رقم طراز ہیں:

"تکلمی آوازوں کی ترکیبیں اورڈھانچے معنویت پاکر مجموعی طورپر زبان کہلاتے ہیں۔ گویا زبان تکلمی آوازوں کی مخصوص ترکیبوں اورڈھانچوں میں مضمر ہوتی ہے، جنھیں تکلمی آوازیں تشکیل دیتی ہیں۔ لہٰذا زبان کو میڈیم سے متمیز کیا جانا چاہیے۔ تکلمی آوازیں یا میڈیم ہی وہ مواد ہے جس سے زبان کی ہیئت تشکیل پاتی ہے۔"(۷)

اظہار و بیان کا ایک اور موثر ذریعہ تحریر (ترسیم) ہے۔ در حقیقت تکلم اور تحریر اظہار بیان کے دو وسیلے ہیں۔ دونوں ایک مجرد حقیقت کے مظاہر ہیں۔ تکلم کا انحصار سماعی علامتوں اور تحریر کا بصری صورتوں پر ہے۔(۸) یہ بصری صورتیں کسی زبان کے لیے مخصوص رسم الخط سے تعلق رکھتی ہیں۔ رسم الخط کسی زبان کو لکھنے کی معیاری صورت کا نام ہے۔(۹) ذہن انسانی کے تمام فنی وفکری اور علمی وادبی کارنامے، تحریر کے وسیلے سے موجود ہیں ہر طرح کی ایجادات و تخلیقات اور افکار و نظریات تحریر کے توسط سے آئندہ نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں۔ علمی وادبی اور تہذیبی و ثقافتی کارناموں کی حفاظت وبقا بھی تحریر کی مرہون منت ہے۔(۱۰)

حرف اور لفظ کی صورت پذیری اور تشکیل کے حوالے سے بنیادی حقیقت یہ ہے کہ صوت پہلے سے موجود تھی مگر اس نے جامہ زیب تن نہ کیا تھا یعنی حرف اور لفظ صرف بولنے کی حد تک تھے۔ حرف اور صوت کے تعلق کو تقویت اور گہرائی اس وقت ملی جب صوت نے ایک بصری شکل وصورت اختیار کرلی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

"جہاں تک انفرادی حیثیت میں حرف کا تعلق ہے تو یہ حرف زبان کی تشکیل میں اساسی کردار ادا کرنے والی صوت کی نمایندگی کرتا ہے۔ اسے .الف سے ظاہر کیا جائے یا ب۔سے، ج، سے یا، ک، سے۔ م، سے یا، ن، سے۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ الف، ب، ج، ک، م، اور، ن، کی اصوات کو کسی نہ کسی طرح ظاہر کیا جاتا تھا۔ ہر چند کہ الف، ب، ج، ک، م، اور، ن، کی مخصوص صورتیں بھی یونہی الل ٹپ نہ بن گئی تھیں بل کہ حروف کی مخصوص شکل متعدد ارتقائی مراحل کے بعد موجودہ صورت میں سامنے آئی ہے۔ ہر طرف انسانی حلق سے نکلی ہوئی خاص آواز کی نشانی ہے۔"(۱۱)

کچھ حروف، کچھ خطوں میں مخصوص آب وہوا کے باعث زیادہ رواج پا جاتے ہیں۔ انسانی گلہ ایک آلۂ موسیقی کی مانند ہے۔ آب وہوا کے باعث کچھ خطوں کے لوگوں کے گلوں سے کچھ اصوات آسانی سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ گلے میں موجود مختلف اعضائے صوت سے آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا ہے۔

اردو کے تمام حروف تہجی مختلف اصوات کی علامتیں اور نشانیاں ہیں مگران حروف کے نام مکمل لفظ ہیں، جیسے: س،ایک علامت ہے، مگراس کانام ، سین،ایک لفظ ہےاور اس سے کسی سادہ آواز کاکچھ حصہ بھی پیدانہیں ہوتا بل کہ یہ لفظ کئی آوازوں کامرکب ہے۔درحقیقت یہ حروف اس پرانے دور کی یادگارہیں جب موجودہ دور جیسی تحریرایجاد نہیں ہوئی تھی بل کہ لوگ اپنے خیالات وجذبات کی ترجمانی ونمایندگی کے ابلاغ کے لیے نقش نگاری کرتے تھے۔ڈاکٹر مولوی عبدالحق اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اول اول توجس شے کابیان کرنامقصودہوتاتھااس کی پوری تصویربنا دیتے تھے مثلاً: گائے یاعورت کا بتانامقصودہے تووہ گائے یاعورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔ دوسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاہر کرنے لگے، آنکھ سے نظر یادوٹانگوں سے رفتار مراد لینے لگے۔تیسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کے ممتاز خصائص یاظاہری علامت سے اصل شے مرادلی جانے لگی، مثلاً: لومڑی کی تصویرسے مکاری یاتخت سے سلطنت مقصودہوتی تھی۔چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اس شے کے بولنے میں جوآوازیں پیداہوتی تھیں، ان میں سے ہرایک سے جومفہوم پیداہوتا اس کی تصویربنادیتے۔"(۱۲)

سائنسی نظریات کے مطابق انسان نے حیوان سے اپنے ارتقائی سفر کاآغاز کیااور موجودہ ترقی یافتہ انسانی شکل تک پہنچا۔ڈارون کے نظریہ آغازانواع کی روسے بھی انسان کاارتقاحیوان سے ہوا،تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ابتدامیں حیوانوں کی طرح غوں غاں کرتاہوگااور رفتہ رفتہ نطق انسانی نے ارتقا پایاہوگا۔(۱۳)

اصوات سے تصاویر وضع کی گئیں اور انھی تصاویرکااظہار موجودہ حروف تہجی کرتے ہیں۔ زبان کاارتقائی سفر اشارات وکنایات سے حروف تک اوران حروف سے لفظوں کی تشکیل تک جاری رہا۔ لفظ، ملفوظی اشارات وکنایات کہلاتے ہیں۔اعضائی اشارات کاکوئی تلفظ نہیں ہوتاجب کہ ملفوظی اشارات لفظ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، بقول سید محمد سلیم:

"ہر حرف کسی نہ کسی آواز کی نمایندگی کے لیے استعمال ہوتاہے۔تحریر کی ابتدابتدریج ہوئی۔پہلے انسان نے تفریح کے طورپر تصویریں بناناشروع کیں۔اس کے بعد خاکہ نگاری شروع کی اوراس کے ذریعے مفہوم اداکرنے کی کوشش کی۔ خاکہ نگاری سے بات نقوش تک پہنچی۔اس سے مزید ترقی کرکے انسان نے حلق سے نکلنے والی آوازوں کے لیے نقوش مقررکرلیے۔"(۱۴)

یہ نقوش مختلف اصوات کے قائم مقام ہیں اور حروف تہجی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔
مثلاً: الف، کے معنی بیل کے سر کے ہیں اور ،ا، کی آواز اس لفظ ،الف، میں تھی۔اس صوت کی نمائندگی کے لیے گائے کا سر بنایا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ،ا، لفظ ،الف، کی پہلی آواز کی بجائے خود تحریر میں ایک حرف ٹھہرا۔ عبرانی اور عربی زبانوں کے حروف تہجی ،اصل میں لفظ ہیں۔ زمانے کی گردش کے ساتھ ساتھ یہ تصویریں مختصر ہوتی چلی گئیں، مگر نام میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ مختصر صورت اب نام کی بجائے نہیں ہے بل کہ اس نام میں جو آواز ابتدا میں نکلتی ہے ،اس کی جگہ پر ہے۔ جیسے ،ب ،اصل میں، بیت، ہے جس کی پہلے شکل مستطیل نما مکان کی تھی اور نیچے کا نقطہ اس شخص کو ظاہر کرتا تھا جو اس مکان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اب یہ شکل پڑی ہوئی لکیر کی طرح کی ہو گئی ہے اور وہ بیٹھا ہوا شخص صرف ایک نقطہ بن کر رہ گیا ہے۔ ج، کا مطلب جمل یعنی اونٹ ہے ،اونٹ پر سوار ہو کر اس کی نکیل کو زور سے کھینچنے سے اونٹ کی گردن اور سر کی شکل ،ج، جیسی ہو جاتی ہے۔

تمام حروف تہجی لفظ ہیں۔ کچھ دو یا دو سے زیادہ آوازوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو اس سادہ آواز سے ،جو ان کے نام کی ابتدا میں ہوتی ہے ،اخذ کیا گیا ہے، جیسے : الف، تین آوازوں سے مرکب ہے: ا،ل،ف، مگر بولنے میں جو آواز ابتدا میں آتی ہے ،اسے ،الف، کی علامت، ا، مقرر کیا گیا ہے۔ حروف ابجد (حروف تہجی) سے زبان کے نظام اصوات کی تشکیل و تجسیم ہوتی ہے۔ ابتدأیہ حروف مجرد تھے۔ انھیں حروف ابجد کا نام دیا گیا۔ انھیں ،الف با، بھی کہا گیا۔ حروف تہجی کی وہ ترتیب جو ،ا، ب، ج، سے شروع ہوتی ہے ،ابجد کہلاتی ہے۔ بعد میں انھی حروف کو ملا کر چند کلمات بنائے گئے: ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ۔ (۱۵)

یہودی تحریر کا موجد حضرت ادریس علیہ السلام کو مانتے ہیں مگر ابجد، کی ایجاد کا سہرا آرامیوں کے سر بندھتا ہے۔ عربی اور عبرانی کا تعلق آرامی کی طرح زبانوں کے سامی گروہ سے ہے۔ ان زبانوں میں یہ حروف با معنی ہیں، مگر یونانی اور دیگر زبانوں کے یہ حروف با معنی نہیں ہیں۔ عربی کے حروف ابجد کی ایک مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

تحریری شکل	عبرانی نام	معانی
ا	الف	سینگ
ب	بیت	گھر
ج	گیمیل	اونٹ
د	دالت	دروازہ
ہ	ہے	کھڑکی

و	واؤ	کھونٹی
ز	زین	ہتھیار
ح	حیطہ	جنگلہ
ط	طیط	روٹی
ی	ید	ہاتھ
ک	کاف	ہتھیلی
ل	لامد	پھندا
م	میم	پانی
ن	نون	سانپ
س	سامک	مچھلی
ع	عین	آنکھ
ف	فے	منہ
ص	صاد	نیزہ
ق	قوف	گدی
ر	ریش	سر
ش	شین	دانت
ت	تاؤ	نشان(۱۶)

تین ہزار سال قبل مسیح میں شہر کنعان کے آرامی مفکرین نے حلق سے پیدا ہونے والی آوازوں کو مجسم اور مرتسم کرنے کے لیے بائیس نقوش(نشان)مقرر کیے۔ان سے ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، جیسے کلمے وضع کیے گئے۔حضرت ادریس علیہ السلام سے منسوب،ابجد میں کلموں کی تعداد آٹھ ہے: ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ۔

دنیا کے تقریباً سبھی بچوں کے گلوں سے پیدا ہونے والی آوازیں ایک جیسی ہوتی ہیں، مگر ان کو حرفی اور اعرابی علامتوں میں ڈھالنے کے لیے طریقے مختلف ہیں اور اسی طرح ان کے قواعد وضوابط بھی الگ الگ ہیں۔ان آوازوں میں سے کچھ آوازیں آفاقی نوعیت کی ہیں جیسے: س،اور ک، کی آوازیں ہر زبان میں ہیں، مگر پ، ح، خ، کی آوازیں ہر زبان میں نہیں ہیں۔زبانوں کی اصوات میں جہاں یکسانیت ہے،وہیں کچھ افتراق بھی ہے۔ان اصوات کے موازنے، مطالعے اور تجزیاتی تحلیل کے نتائج اور حاصلات کی مدد سے کچھ اصول وضوابط وضع کر لیے گئے ہیں،ان میں سے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ

بیشتر آوازیں آفاقی نوعیت کی ہیں مگر انھیں قواعد وضوابط کی رو سے حروف تہجی (علامات) میں مرتسم کرنے کا نظام دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف ہو سکتا ہے۔یہ حروف چوں کہ مختلف اصوات کے نمائندے اور ترجمان ہیں،اسی لیے انھیں حروف کا بصری روپ کہتے ہیں۔نئے صوتیوں کی تخلیق اور موجودگی کی بنا پر نئے حروف ابجد بھی وضع کیے جا سکتے ہیں۔اردو کے حوالے سے اس مظہر کے امکانات موجود ہیں، کیوں کہ کسی بھی زبان کی بقاو ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں وقت کے جدید چیلنجوں سے نمٹنے کی سکت اور صلاحیت ہو۔اردو میں اس قسم کی لسانی خصوصیات ہیں جن کے باعث یہ وقت کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے،اسی لیے اردو کے لیے نئے صوتیوں کی خاطر حروف تہجی وضع کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، پیش لفظ، مشمولہ: فن تحریر کی تاریخ،از محمد اسحٰق صدیقی، (مدون)، کلیم الٰہی امجد، کراچی: بک ٹائم،۲۰۱۸ء، ص۶

(۲) ایضاً

(۳) کلیم الٰہی امجد (مدون)، فن تحریر کی تاریخ،از محمد اسحٰق صدیقی، ص ۳۵

(۴) ڈاکٹر سلیم اختر،اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ،لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۷ء، ص ۱۶۱

(۵) قومی اردو لغت، جلد: یازدہم، کراچی: اردو لغت بورڈ،۱۹۹۰ء، ص ۱۹

(۶) زور، محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس،۲۰۰۵ء، ص ۲۶-۲۵

(۷) ڈاکٹر رابعہ سرفراز،اردو زبان اور بنیادی لسانیات، فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۱۵ء، ص ۱۹

(۸) ملک،نذیر احمد،اردو رسم الخط ۔۔ ارتقا اور جائزہ،لاہور: الوقار پبلی کیشنز،۲۰۱۸ء، ص ۱۱-۱۰

(۹) ڈاکٹر طارق عزیز،اردو رسم الخط اور ٹائپ،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۷ء، ص ۱۳

(۱۰) ڈاکٹر فرمان فتح پوری،اردو تدریس،لاہور: الوقار پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء، ص ۱۷۲

(۱۱) ڈاکٹر سلیم اختر،ڈاکٹر،اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، ص ۲۱

(۱۲) ڈاکٹر مولوی عبدالحق، قوعد اردو، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان،۲۰۰۹ء، ص ۴۲

(۱۳) ڈاکٹر گیان چند جین، لسانی جائزے،لاہور: مغربی پاکستان اکیڈمی،۲۰۰۵ء، ص ۲۴

(۱۴) پروفیسر سید محمد سلیم،اردو رسم الخط،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۱ء، ص ۴۱

(۱۵) شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۲ء، ص ۲

(۱۶) ڈاکٹر رابعہ سرفراز،اردو زبان اور بنیادی لسانیات، ص ۱۰۱-۱۰۰

❖❖❖